# کشمیر و فلسطین کی تحریک آزادی اور جماعت احمدیہ کی عظیم الشان خدمات

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸/ مارچ ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت تلاوت کی:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ (سورہ آل عمران: ۶۵)

اور پھر فرمایا:

یہ سورہ آل عمران کی ۶۵ ویں آیت ہے جس کی میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے: اے رسول! تو اہل کتاب سے کہہ دے کہ تم اس کلمہ کی طرف ہی آجاؤ جو ہم دونوں کے درمیان مشترک ہے یعنی ہم اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کریں گے اور اس کا کوئی شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے بعض ، بعض دوسروں کو خدا کے سوا دوست نہیں بنائیں گے۔ پس اگر یہ سن کر بھی وہ پیٹھ پھیر لیں اور توجہ نہ دیں تو ان سے کہہ دو کہ اب تم گواہ ٹھہرنا کہ ہم مسلمان ہیں یعنی اس اشتراک کی دعوت کو سن کر بھی پیٹھ پھیرنے والوں کا پھر دین سے کوئی تعلق نہیں رہتا اور اس وقت اشتراک کی ایسی دعوت دینے والوں

کا یہ حق بن جاتا ہے اور یہ حق قرآن کریم ہی عطا کرتا ہے کہ انہیں کہہ دیں کہ اب تم گواہ رہو گے کہ ہم مسلمان ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کے مطابق ہم تمہیں اشتراک وحدانیت خدا تعالیٰ کی طرف بلا رہے ہیں۔

قرآن کریم ایک عجیب پر حکمت کلام ہے جو ہر دوسرے اختلاف کو نظر انداز کر کے ایک ایسے اتحاد کی طرف بلاتا ہے جو اہل کتاب اور قرآن کریم میں ایک نکتہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن کریم اس بات کو نظر انداز کر دیتا ہے کہ اہل کتاب آنحضرت ﷺ کو معاذ اللہ جھوٹا اور مفتری سمجھتے ہیں۔ قرآن کریم اس بات کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے کہ اہل کتاب آپ کی جان کے دشمن، آپ کے پیغام کے دشمن، آپؐ کے پاک سلسلے کو تباہ و برباد کرنے پر ہر آن تلے بیٹھے ہیں اور کوئی کسر اس بات کی اٹھا نہیں رکھتے اور ایسا کوئی موقع ہاتھ سے گنواتے نہیں جس کے نتیجہ میں اسلام اور بانی اسلامؐ کو نقصان پہنچ سکتا ہو۔ اتنی شدید عداوت کے باوجود قرآن کریم ان کو اشتراک کی طرف بلا رہا ہے اور اختلافات سے نظریں پھیرنے کی طرف بلا رہا ہے۔ اس لحاظ سے بھی کیسی حیرت انگیز کتاب ہے اور کیسا عظیم کلام ہے جو سچائی کی روح سے پھوٹا ہے۔ جب تک ایک طرف بنی نوع انسان کے ساتھ ایک گہرا لگاؤ نہ ہو اور دوسری طرف خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک گہرا تعلق نہ ہو اس وقت تک ناممکن ہے کہ اس قسم کا کلام کسی زبان پر جاری ہو سکے اور خدائے تعالیٰ جو اپنے بندوں سے بلا امتیاز رنگ و نسل اور بلا امتیاز مذہب و ملت ایک ایسا گہرا تعلق رکھتا ہے جو مذہب سے بھی بالا ہے یعنی خالقیت اور مخلوقیت کا تعلق۔ تو جب تک اس عظیم ہستی کی طرف سے یہ آواز نہ نکلے دنیا والوں کے تصور میں ایسی بات آ ہی نہیں سکتی۔ یہ وہ کلام ہے جس کی اطاعت اور پیروی کے نتیجہ میں دنیا کے سارے اختلافات مٹ سکتے ہیں۔ قدر مشترک کی طرف بلانا دراصل بنی نوع انسان کو بھلائیوں اور نیکیوں کی طرف بلانا ہے اور اسی طرح برائیوں اور ظلموں سے احتراز کرنا اور نظریں پھیر لینا اور اس بات کی پرواہ نہ کرنا کہ کوئی شخص دشمنی میں کس حد تک بڑھ چکا ہے درحقیقت اس بات کا مظہر ہے کہ جہاں بھی کوئی اچھی قدر مل جائے کوئی ایک بھی مقام اشتراک پیدا ہو جائے اس کی طرف بلانا شروع کر دیا جائے۔ یہ ایک ایسا عظیم سبق ہے جو صرف مذہبی دنیا ہی میں نہیں بلکہ سیاسی دنیا میں بھی اور معاشی اور تمدنی دنیا میں بھی ہر قسم کے اختلافات کو حل کرنے کے لئے ایک ایسی چابی (Master Key) کے مترادف ہے جس سے ہر قسم کے

تالے کو کھولا جا سکتا ہے لیکن یہ بدقسمتی ہے انسانوں کی اور بدقسمتی ہے قوموں کی کہ قرآن کریم کی اس عظیم الشان تعلیم کو بھلا کر لوگ مصیبتوں کی زندگی میں پڑے ہوئے ہیں اور ایک جہنم بنا رکھی ہے اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی، اپنے دوستوں کے لئے بھی اور اپنے دشمنوں کے لئے بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ آج دنیا کے سب مسائل کا حل قدر اشتراک پر اکٹھے ہو جانے پر منحصر ہے لیکن غیر قوموں کو تو چھوڑ یئے بدقسمتی یہ ہے کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے پاکستان میں بھی جہاں اسلام کی محبت کی دعویدار حکومت ہے وہ بھی اس بنیادی اور اصولی سبق کو سمجھ نہیں رہی۔

چنانچہ جماعت احمدیہ کے خلاف آج کل جو مہم بڑے زور وشور سے چلائی جارہی ہے اس مہم کا خلاصہ یہی ہے کہ ہر قدر اشتراک کو مٹادو۔ قرآن کریم کے پیغام کا خلاصہ تو یہ ہے کہ ہر قدر اختلاف کو نظر انداز کر دو اور ہر قدر اشتراک کی طرف بلاؤ لیکن پاکستان میں جماعت احمدیہ کے خلاف چلنے والی مہم اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہمارے مخالفین وہ باتیں کر رہے ہیں جو آسمان والے نہیں کر رہے۔ وہ بات کر رہے ہیں جو برخلاف شہر یار ہے، خدا کی تقدیر کے خلاف ہے۔ چنانچہ معاندین احمدیت یہ عزم لے کر اٹھے ہیں کہ وہ ہر قدر اشتراک کو مٹاتے چلے جائیں گے اور ہر قدر اختلاف کو ہوا دیتے چلے جائیں گے، گویا احمدیت کی دشمنی میں وہ اندھے ہو گئے ہیں اور جماعت احمدیہ کے خلاف ایسے ایسے الزامات لگا رہے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔

چند مثالیں میں نے گزشتہ خطبہ میں دی تھیں اور یہ واضح کیا تھا، محض اپنی زبان سے نہیں بلکہ غیر کی زبان سے اور اس میں بھی ان لوگوں کی زبان سے جو آج ہم پر الزام لگا رہے ہیں یہ ثابت کیا تھا کہ جماعت احمدیہ ہمیشہ اسلام کی بھی وفادار رہی ہے اور مسلمانوں کے مفادات کی بھی حفاظت کرتی آئی ہے جبکہ ہم پر الزام لگانے والے نہ صرف یہ کہ غلط بیانی کرتے ہیں بلکہ خود ملزم ہیں خود مجرم ہیں اور مجرم بھی اقراری مجرم! چنانچہ غیر احمدی اخبارات اور کتب کے حوالوں سے اور قیام پاکستان سے قبل کی تاریخ سے کچھ حوالے میں نے دیئے تھے اب اس سلسلہ میں میں بعض دیگر امور کو لیتا ہوں یہ بتانے کے لئے کہ ہر ایسے موقع پر جبکہ اسلام یا عالم اسلام کو کوئی خطرہ درپیش آیا جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسے مواقع پر اسلام اور مسلمانوں کے دفاع میں ہمیشہ صف اول میں کھڑی ہوئی اور پوری طاقت اور پوری ہمت کے ساتھ کمربستہ ہو کر ہر دشمن کا مقابلہ کیا اس کے برعکس مجلس احرار اور

جماعت اسلامی کا کردار اسلامی مفاد کے خلاف رہا ہے۔ اس میں شک کا سوال نہیں ہے، کوئی الزام تراشی کا سوال بھی نہیں ہے، تاریخی حقائق بتا رہے ہیں کہ اسلام اور عالم اسلام کے ہر اہم موقع پر ان کا کردار مسلمانوں کے مجموعی مفاد کے خلاف رہا ہے۔

سرکاری رسالہ میں جن بہت سی باتوں کی طرف اشارے کئے گئے ہیں ان کی تفصیل بیان نہیں کی گئی مثلاً یہ کہہ دینا کہ جماعت احمدیہ عالم اسلام اور اسلام کے خلاف ہے اس میں وہ سارے الزامات آجاتے ہیں جو مختلف وقتوں میں، مختلف شکلوں میں احرار اور جماعت اسلامی کی طرف سے بالخصوص جماعت احمدیہ پر لگائے گئے ہیں اور حالیہ دور میں پاکستان میں جو مختلف جرائد چھپتے رہے ہیں، مختلف اشتہارات شائع ہوتے رہے، کتابیں شائع ہوئیں حکومت پاکستان کی طرف سے ان کی پوری سرپرستی ہوئی۔ ان کو زکوۃ فنڈ سے اور دوسری مدات کے پیسوں سے بھر پور مدد دی گئی اور اس بات پر فخر کیا گیا کہ ہم اس تحریک کی سرپرستی کر رہے ہیں اور جو الزامات لگائے گئے وہ بھی بڑے عجیب وغریب ہیں۔ چنانچہ ایک الزام یہ بھی لگایا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ ہندوستان کی بھی ایجنٹ ہے اور یہ بھی الزام لگایا گیا ہے کہ وہ ہندوازم یعنی ہندوؤں کی بھی ایجنٹ ہے۔ یہ بھی الزام لگایا ہے کہ احمدی اشتراکیت کے نمائندہ ہیں اور تمام اشتراکی ممالک کے ایجنٹ ہیں اور یہ بھی الزام لگایا گیا ہے کہ وہ استعماریت کے نمائندہ ہیں اور تمام استعماری ممالک کے ایجنٹ ہیں گویا مخالفین احمدیت کی عقلیں ماری گئی ہیں جو کہتے ہیں کہ بیک وقت روس کے بھی ایجنٹ ہیں اور اسرائیل کے بھی ایجنٹ ہیں۔ دنیا کی ہر طاقت کے ایجنٹ ہیں خواہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے کتنے ہی مخالف ہوں لیکن جب ہم واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو ایک بالکل مختلف کہانی ابھرتی ہوئی سامنے آتی ہے اور وہ کہانی کہانی نہیں رہتی بلکہ ایک تاریخی حقیقت بن جاتی ہے۔

جہاں تک ہندوازم یا ہندوستان کے ایجنٹ ہونے کا تعلق ہے یہ الزام محض لغو ہے اس میں چھوٹے چھوٹے دماغوں کی خود ساختہ کہاوتوں اور کہانیوں کو بنیاد بنایا گیا ہے، اس سے زیادہ ان الزامات کی کوئی بھی حیثیت نہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ قرآن کریم اور سنت نبویؐ کے مطابق ایک واضح مسلک رکھتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس ملک میں احمدی رہتا ہے، جس ملک کا وہ نمک کھاتا ہے، جس کی مٹی سے اس کا خمیر گوندھا گیا ہے وہ اس کا وفادار ہے اور وفادار رہے گا، اس اعتبار

سے ہندوستان کا احمدی لازماً ہندوستان کا وفادار ہے اور ہمیشہ وفادار رہے گا، انگلستان میں رہنے والا احمدی لازماً انگلستان کا وفادار ہے اور ہمیشہ وفادار رہے گا، پاکستان میں بسنے والا احمدی لازماً پاکستان کا وفادار ہے اور ہمیشہ وفادار رہے گا۔ یہ ہے حقیقت حال باقی سب جھوٹ ہے۔ اگر یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کے مفاد کے لئے دنیا کے ہر ملک میں بسنے والا احمدی اپنے اپنے ملک کا مفاد بیچ دے تو یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے اور اس طرح پاکستان کے سوا احمدیوں کو ساری دنیا میں غدار بنانے کے مترادف ہے اور الزام لگانے والے خود بھی یہ نہیں کرتے۔ کیا انگلستان میں بسنے والے مسلمان اور عرب میں بسنے والے مسلمان اور افریقہ میں بسنے والے مسلمان اور دیگر براعظموں میں بسنے والے مسلمان تمام کے تمام اپنے اپنے ملکوں کے غدار ہیں؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس لئے یہ ایک فرضی قصہ ہے ایک جذباتی روداد بنا کر پیش کی گئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کے الزام لگانے والے خود ہی غدار ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ اس وقت پاکستان کی حکومت پر دو بھوت سوار ہیں ایک جماعت اسلامی کا اور دوسرا مجلس احرار کا۔ جب باہر کی دنیا سے سوال اٹھتے ہیں اور لوگ کہتے ہیں تمہیں کیا ہو گیا ہے تم پاگل ہو گئے ہو اس قسم کی جاہلانہ حرکتیں کیوں کر رہے ہو تو کہتے ہیں یہ جو دو مصیبتیں ہیں نا، یہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتیں یہ ہماری پیش نہیں جانے دیتیں۔ انہوں نے عوام کو خلاف کر دیا ہے عوامی دباؤ کی وجہ سے احمدیوں کے خلاف اقدامات کرنے پر ہم مجبور ہو گئے ہیں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ان دو بھوتوں پر موجودہ حکومت خود سوار ہے اور اپنے مفاد میں ان کو استعمال کر رہی ہے اور۔۔۔۔۔۔۔ جہاں تک اور جب تک یہ فائدہ دیں گے اس وقت تک حکومت ان کو استعمال کرے گی اس کے بعد ان کو چھوڑ دے گی۔ ادھر جماعت اسلامی اور احراری ملاں بھی یہی نیتیں لے کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ دونوں کے ایمان کا ایک جیسا قصہ ہے۔

چنانچہ ان کے مفاد سے جب بھی حکومت کا مفاد ٹکرائے گا وہ اس حکومت کو چھوڑ دیں گے اور اپنے مفاد کی باتیں کرنے لگ جائیں گے۔ بہر حال یہ ایک مجبوری کی دوستی ہے، مجبوری کا رشتہ ہے جو کسی وقت بھی ٹوٹ سکتا ہے۔ ایسے رشتے پہلے بھی ٹوٹتے رہے ہیں اور اب بھی انشاء اللہ ٹوٹ جائیں گے۔

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جماعت اسلامی اور احراری ملاؤں کا قیام پاکستان سے پہلے

کیا حال تھا۔ ان دونوں کا کیا کردار تھا، ان کے نظریات کیا تھے، ہندو اور ہندو ازم کو کیا سمجھتے تھے، مسلمان ممالک کے متعلق ان کا کیا رویہ تھا۔ اس کے متعلق ایک دو مثالیں پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔

سب سے پہلے میں مجلس احرار کو لیتا ہوں۔ مجلس احرار کا قیام کیسے عمل میں آیا اس کا پتہ ایک مشہور کتاب سے لگتا ہے جس کا نام Freedom Movement in Kashmir ہے۔ یہ کتاب جس کے مصنف کا نام غلام حسن خان ہے ہندوستان سے لائٹ اینڈ لائف پبلشر نیو دہلی نے ۱۹۸۰ء میں شائع کی ہے۔ اس میں ۱۹۳۱ء سے ۱۹۴۰ء تک کے عرصہ میں تحریک کشمیر کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ مصنف نے مجلس احرار کے قیام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ’’مجلس احرار کانگریس کے سٹیج پر کانگریس کے سالانہ اجلاس کے موقع پر معرض وجود میں آئی اس کے پہلے صدر مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری منتخب ہوئے اور اس کا نام مجلس احرار اسلام ہند تجویز ہوا‘‘۔

پھر آگے جا کر لکھتے ہیں کہ:

> ’’ہندو پنڈتوں نے مسلمانوں کی مجموعی تحریک کو نقصان پہنچانے کے لئے مسلمانوں کی فرقہ بندی سے ناجائز فائدہ اٹھایا‘‘۔

مجلس احرار کو ہندوؤں نے کس طرح استعمال کیا اس کا ذکر کرتے ہوئے مصنف نے آخر میں لکھا ہے:۔

> ’’ہندو پنڈت کمیونٹی نے بعض بااثر مسلمان رہنماؤں اور میر واعظ کے ساتھیوں مرزا غلام مصطفیٰ اسد اللہ وکیل وغیرہ سے خفیہ معاہدہ کیا اور خفیہ اجلاس منعقد کئے اور بھڑکایا کہ شیخ عبداللہ احمدیہ جماعت کے ساتھ مل کر اس کی مذہبی قیادت ( یعنی میر واعظ کی مذہبی قیادت ) ختم کرنا چاہتا ہے اس طرح مسلمانوں میں نفرت کے بیج بوئے گئے‘‘۔

پس یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہندوؤں نے اور ہندو کانگریس نے مجلس احرار کو قائم کیا اور اپنے مقاصد کے لئے ان کو استعمال کیا۔ یہ ایک کھلی کہانی ہے اس کے کئی اور ثبوت بھی ہیں جن میں سے کچھ تو میں پہلے بیان کر چکا ہوں اور بہت سے ہیں جن کو اس تھوڑے سے وقت میں پیش

نہیں کیا جاسکتا۔

مولوی ظفر علی خان صاحب مدیر ’’زمیندار‘‘ اخبار لاہور، احرار کے صف اول کے مجاہد تھے اگر چہ بعد میں توبہ بھی کی لیکن وہ بہت دیر کے بعد ہوئی۔ ایک لمبا عرصہ انہوں نے احرار کی وکالت کا حق ادا کیا اور اپنے اخبار میں احرار کو بہت اچھالا۔ مولوی ظفر علی خان صاحب نے ہندوؤں سے مسلمانوں کے تعلقات اور مہاتما گاندھی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار ایک نظم میں کیا ہے۔ یہ تحریک خلافت کے زمانہ کی بات ہے یعنی جن دنوں یہ تحریک چلی تھی کہ انگریزوں نے خلافت پر حملہ کیا ہے اس لئے ہم ترک موالات کریں گے، انگریز سے تعلقات توڑ کر افغانستان چلے جائیں گے۔ چنانچہ مسلمانوں کی خلافت کی حفاظت کا یہ جو اعلان ہوا ہے اس کے متعلق احرار کہتے ہیں کہ یہ اعلان گاندھی جی نے کیا تھا۔

ے گاندھی نے آج جنگ کا اعلان کردیا
باطل سے حق کو دست و گریبان کردیا
ہندوستاں میں ایک نئی روح پھونک کر
آزادی حیات کا سامان کردیا
تن من کیا نثار خلافت کے نام پر
سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کردیا

یہ ہیں ان کے پیر و مرشد، یہ ہیں ان کی خلافت کی حفاظت کرنے والے، یہ ہیں ان کے رشتے اور آج بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہے ہیں جماعت احمدیہ کے خلاف۔ کہتے ہیں جناب گاندھی صاحب نے خلافت پر اپنا تن من نثار کر دیا ہے۔ پھر سنئے کہتے ہیں:

ے پروردگار نے کہ وہ ہے منزلت شناس
گاندھی کو بھی یہ مرتبہ پہچان کردیا

یعنی یہ کسی انسان کی بات نہیں کہ غلطی ہوگئی ہو۔ فرماتے ہیں حضرت گاندھی جی کو خدا تعالیٰ نے پہچان کر مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ گویا اس وقت فرزندان اسلام میں سے اور مسلمان ماؤں کی کوکھ سے پیدا ہونے والے مسلمانوں میں سے ایک بھی نہیں تھا جو خلافت کی حفاظت کے لئے کھڑا ہوتا۔ کل عالم

کے مسلمانوں پر خدا نے نظر کی تو صرف ایک مہاتما گاندھی نظر آئے جو خلافت اسلامیہ کو بچانے کی طاقت اور ہمت رکھتے تھے۔فرماتے ہیں خداتعالیٰ نے جو **عالم الغیب و الشھادۃ** ہے گاندھی جی کو یہ مرتبہ پہچان کر دیا ہے۔یہی مولوی ظفر علی خان صاحب ہندو مسلم اتحاد کے متعلق کہتے ہیں:

''پانچ سال پہلے اس اتحاد کا وہم وگمان بھی نہ تھا ہندو اور مسلمانوں کو گاندھی، لالہ لاجپت رائے، مالوی جی، موتی لال نہرو کے متعلق خیال ہے کہ یہ ان کی کوششوں کا نتیجہ ہے مگر کیا یہ پہلے نہ تھے، کیا یہ قوت ان میں پہلے موجود نہ تھی۔ میں (یعنی ظفر علی خان) کہتا ہوں کہ یہ آسمانی قوت ہے اب ہندو مسلمانوں میں تفرقہ نہیں پڑ سکتا۔ ہندوؤں نے، مہاتما گاندھی نے مسلمانوں پر جو احسان کئے ان کا عوض ہم دے نہیں سکتے''۔

یعنی مسلمانوں پر ہندوؤں اور مہاتما گاندھی نے جو احسان کئے ہیں مولوی ظفر علی خان صاحب کہتے ہیں ہم ان کا بدلہ نہیں دے سکتے ہمارے پاس زر نہیں ہے، جان ہے جب چاہیں حاضر ہے۔ یہ ہیں وہ لوگ جو پاکستان کے احمدیوں پر ہندوؤں کا ایجنٹ ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔ ویسے تو جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ ہر ملک کا احمدی اس ملک کا وفادار ہے اور ہم اس بات کا بلا جھجک یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہندوستان میں بسنے والے والے احمدی کا یہ فرض ہے اور قرآن اس کا یہ فرض مقرر کرتا ہے کہ اپنے وطن کے وفادار رہو، جس ملک کا نمک کھاتے ہو اس سے بے وفائی نہ کرو۔ میں ان کی بات نہیں کر رہا نہ ہمارے مخالفین ان کی بات کر رہے ہیں دراصل الزام یہ ہے کہ گویا پاکستان میں بسنے والے احمدی ہندوؤں کے ایجنٹ اور ہندوستان کے وفادار ہیں اور یہ کہ پاکستان سے ان کا کوئی تعلق نہیں یہ بالکل جھوٹ ہے جو لوگ ہندوؤں کے وفادار ہیں اور ہندوستان کے ایجنٹ ہیں وہ اپنی ہی تحریروں سے وفادار اور ایجنٹ ظاہر ہو رہے ہیں۔

اب آیئے دیکھیں جماعت اسلامی کی اسلام دوستی اور اسلامی ممالک کے ساتھ ان کی محبت اور تعلق۔تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے جب تک عرب ریاستوں میں تیل نہیں نکلا اس وقت تک ان کو پتہ ہی نہیں لگا کہ اسلام کہاں رہتا ہے اور عرب ممالک کا اسلام سے تعلق کیا ہے اس سے یہ نا آشنا تھے لیکن جب تیل کی دولت کی عرب میں ریل پیل ہونے لگی تو اس وقت ان کی نظریں اٹھیں اور ان کو

معلوم ہوا کہ یہاں تو خدا رہتا ہے، یہاں تو خدا والے لوگ رہتے ہیں۔اس سے پہلے کیا تھے یہ مولوی مودودی کی زبانی سنئے جو موجودہ پاکستانی حکومت (Regime) کے بزرگ آباء واجداد میں سے ہیں۔جن کے متعلق دنیا تعریف کرتی ہے کہ وہ بڑے مخلص تھے انہوں نے اہل عرب کی بڑی خدمت کی ہے اور اہل اسلام کے لئے بھی انہوں نے بڑی قربانیاں دی ہیں مگر انہی مولوی مودودی کو وہ عرب کیسے نظر آرہے تھے۔فرماتے ہیں:

> ’’حکومت حجاز (یعنی شاہ عبدالعزیز اوران کے بعد ان کے شہزادوں) کی بدولت سرزمین عرب پر جاہلیت مسلط ہے اور حرم کعبہ کے منتظم بنارس اور ہردوار کے مہنت بن گئے ہیں‘‘۔

(خطبات سید ابوالاعلیٰ مودودی طبع چہارم صفحہ ۲۰۵۔۲۰۶)

یہ لمبی تحریر ہے اس کو پڑھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے یہ ایک بہت ہی گہرے عناد کی مظہر ہے ایسا لگتا ہے ایک انسان مدتوں سے بیٹھا بس گھول رہا ہے اور اب اس کو زہر تھوکنے کا موقع ملا ہے۔کوئی آدمی یہ خیال کرسکتا ہے کہ باقی مسلمانوں سے ان کو ہمدردی ہوگی، حق پرست آدمی ہیں انہوں نے وہی کچھ کہہ دیا جو ان کو نظر آیا لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ باقی عالم اسلام کے متعلق ان کے خیالات کیا تھے اور ان کو شاید انہوں نے تبدیل بھی نہیں کیا، فرماتے ہیں:

> ’’ایک حقیقی مسلمان ہونے کی حیثیت سے جب میں دنیا پر نگاہ ڈالتا ہوں تو مجھے اس امر پر اظہار مسرت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ترکی پر ترک، ایران پر ایرانی، افغانستان پر افغان حکمران ہیں‘‘۔

(سیاسی کشمکش حصہ سوم بار سوم ورسائل ومسائل صفحہ ۷۸)

مولوی صاحب کے نزدیک اظہار مسرت تو تب ہوتا اگر وہاں ہندو حکمران ہوتے، روسی ہوتے یا انگریز آکر وہاں لوگوں پر حکومت کرتے اگر ایسا ہوتا تو مولانا کو اظہار مسرت کی کوئی وجہ نظر آجاتی لیکن فرماتے ہیں میں کیسے خوشی کا اظہار کروں مجھے تو ترکی پر ترک حکمران نظر آرہے ہیں افغانستان پر میں افغان حکمران دیکھ رہا ہوں اور اسی طرح ایران پر ایرانی حاکم بنے بیٹھے ہیں، نہ وہ میری حکومت قبول کرتے ہیں نہ کسی اور ملک کی قبول کرتے ہیں میں کیسے خوش ہوسکتا ہوں اور پھر خود

ہی ایک عذر پیش کرتے ہیں اور یہ عذر دیکھیں کیسا عظیم الشان اسلامی عذر ہے فرماتے ہیں:

''مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں حُكْمُ النَّاسِ عَلَى النَّاسِ لِلنَّاسِ کے نظریئے کا قائل ہی نہیں''

مولانا صاحب کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو ڈیموکریسی کی تعریف کی ہے کہ:

"Government of the People, by the People, For the People"

اس کے متعلق کہتے ہیں میں اس کا قائل ہی نہیں اس لئے اب اسلامی ممالک میں جو اسلامی جمہوری حکومتیں قائم ہوگئی ہیں مجھے بڑی بری لگ رہی ہیں۔ یہ انہوں نے دلیل قائم کی ہے۔ پھر ان بیچاروں کی حیثیت کیا ہے جو اپنی اسلامی ممالک میں جمہوری حکومتیں قائم کر کے بیٹھ گئے ہیں تو خیال آتا ہے کہ شاید مولانا صاحب کا یہ مطلب ہو کہ چونکہ اسلامی ممالک کی جمہوری حکومتیں غیر مسلم ممالک کی جمہوری حکومتوں سے بہتر نہیں اس لئے انہیں پسند نہیں ہیں اور دلیل ان کے نزدیک شاید یہ ہو کہ غیر یعنی کافروں اور مشرکوں کی حیثیت مسلمانوں کے مقابل پر ادنیٰ ہے مگر حکومتیں ان کی اعلیٰ جمہوری ہیں۔ لہٰذا ان اعلیٰ جمہوری حکومتوں کے مقابل پر مجھے مسلمانوں کی ادنیٰ جمہوری حکومتیں پسند نہیں۔ یہ ایک حسن ظن ہے جو مودودی صاحب کے بیان سے پیدا ہوتا ہے لیکن یہ حسن ظن ان کی مندرجہ ذیل تحریر سے فوراً ہی ختم ہو جاتا ہے جس میں وہ غیر مسلم اور مسلم دونوں کی حکومتوں پر یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ:

''غیر مسلم اگر الضَّآلِّيْنَ کے حکم میں ہیں تو یہ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کی تعریف میں آتے ہیں'' (سیاسی کشمکش حصہ سوم، بار سوم صفحہ ۷۸)

اور مصر کے متعلق مولانا فرماتے ہیں:

''آج مصر کے موجودہ فوجی آمر مظالم کے جو پہاڑ اخوان پر توڑ رہے ہیں اس نے فراعنہ قدیم کی یاد تازہ کردی ہے''۔

غرض مسلمان حکومتوں کے خلاف مودودی صاحب شدید غیظ و غضب رکھتے تھے۔ یہ ہیں مودودی صاحب کے خیالات جن کی جماعت اسلامی پیروی کرتی ہے اور آج بڑھ بڑھ کر باتیں

کر رہی ہے اور جماعت احمدیہ پر جھوٹے الزامات لگائے جارہے ہیں اور جماعت کو اسلامی ممالک سے بے وفائی کرنے کا الزام دیا جارہا ہے مگر یہ سب کچھ تاریخ بتائے گی کہ مسلمان ممالک کے حق میں جماعت احمدیہ کا کردار کیا رہا ہے اور ہمیشہ کی طرح آج بھی کیا ہے اور کیا رہے گا۔

جماعت احمدیہ پر غداری کا معین طور پر ایک الزام یہ لگایا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ نے ہمیشہ غداری کی ہے مثلاً چوہدری محمد ظفر اللہ خان نے کشمیر کے مفاد سے غداری کی ہے، جماعت احمدیہ نے کشمیر کے خلاف کوششیں کی ہیں۔ یہ بالکل الٹ قصہ ہے اور بہت بڑا جھوٹ اور بہتان ہے جس پر انہیں ذرا خوف خدا نہیں ہوا۔ چنانچہ جسٹس منیر نے اپنی انکوائری رپورٹ میں اس بات کو بطور خاص نوٹ کیا ہے اور مخالفین کی اس جسارت اور الزام تراشی پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ جو اول درجہ کے مجاہدین ہیں ان کو پاکستان کا دشمن اور غدار قرار دیا جارہا ہے۔ چنانچہ جہاں تک قیام پاکستان کے بعد کے واقعات کا تعلق ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے اور یہ تاریخی حقیقت بھی ہے کہ تحریک آزادی کشمیر کی تاریخ میں جماعت احمدیہ سے بڑھ کر اور کسی اسلامی جماعت نے، کسی مذہبی جماعت نے ایسی شاندار خدمات سرانجام نہیں دیں چنانچہ رسالہ ''طلوع اسلام'' مارچ ۱۹۴۸ء چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے عظیم جہاد کا ذکر کرتا ہے جو مسئلہ کشمیر کے بارہ میں چوہدری صاحب نے کیا اور پھر خلاصۃً لکھتا ہے:

> ''حسن اتفاق سے پاکستان کو ایک ایسا قابل وکیل مل گیا جس نے اس کے حق وصداقت پر مبنی دعوی کو اس انداز سے پیش کیا کہ اس کے دلائل اور براہین عصائے موسوی بن کر رسیوں کے ان تمام سانپوں کو نگل گئے اور ایک دنیا نے دیکھ لیا کہ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا باطل بنا ہی اس لئے ہوتا ہے کہ حق کے مقابل پر میدان چھوڑ کے بھاگ جائے''

کل تک تم لوگ یہ کہہ رہے تھے اور آج احمدیوں کو غدار ٹھہرا رہے ہو!

جسٹس منیر، باؤنڈری کمیشن میں شامل تھے۔ چنانچہ ۱۹۵۳ء میں تحقیقاتی عدالت میں جب مخالفین سلسلہ کی طرف سے یہ سوال اٹھائے گئے کہ گورداسپور کے بارہ میں چوہدری صاحب نے یہ کہا، کشمیر کے معاملہ میں یہ کہا، فلسطین کے مسئلہ پر یہ کہا تو جسٹس منیر پوری تحقیق کے بعد لکھتے ہیں:

''چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے مسلمانوں کی نہایت بے غرضانہ خدمات سرانجام دیں اس کے باوجود بعض جماعتوں نے عدالتی تحقیقات میں ان کا ذکر جس انداز میں کیا ہے وہ قابل شرم ناشکرے پن کا ثبوت ہے''۔

(منیر انکوائری رپورٹ صفحہ ۲۰۹)

جب کشمیر کی آزادی کی جدوجہد ہو رہی تھی اس وقت سب سے پہلے کشمیر کی طرف توجہ دینے والے جماعت احمدیہ کے امام تھے۔ آپ ہی نے کشمیر کے جہاد کا آغاز کیا۔ آپ کی آواز پر جماعت احمدیہ کے جوان بھی اور بوڑھے بھی، تجربہ کار بھی اور ناتجربہ کار بھی اس جہاد میں شامل ہوئے۔ ان کو ہتھیار مہیا کئے گئے اور پیسوں سے مدد کی گئی اور آرگنائزیشن یعنی نظام قائم کر کے دیا گیا۔ اب یہ تاریخی حقائق ہیں جن کو مخالفین احمدیت جس طرح بھی چاہیں اور جتنی بھی کوششیں کریں نظر انداز نہیں کر سکتے اس تاریخ کو مٹا نہیں سکتے۔ اور جس وقت پاکستان کی طرف سے آزادی کشمیر کی باقاعدہ کوششیں ہو رہی تھیں یا اپنے طور پر آزاد فورس کی طرف سے جو کوششیں ہو رہی تھیں تو اس وقت ان پر جماعت اسلامی کی طرف سے شدید فتوے لگ رہے تھے اور یہ اعلان کیا جا رہا تھا کہ یہ جہاد نہیں ہے، اس میں اس خیال سے شامل نہ ہو جانا کہ یہ جہاد ہے، تم اس کا جو مرضی نام رکھ لو اس کو جہاد نہیں کہہ سکتے۔ یعنی ایک مظلوم ملک جہاں مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال ہو جن کی حفاظت کے لئے اردگرد کے تمام مسلمان ممالک بھی حرکت میں آ گئے ہوں اور جہاں تک بس میں تھا وہ ان کی حفاظت میں کوشاں ہوں وہاں ان کے متعلق جماعت اسلامی کا یہ فتویٰ شائع ہو رہا تھا کہ ہرگز اس کے قریب نہ پھٹکو، یہ جہاد نہیں ہے۔ اس وقت جماعت احمدیہ نے فرقان فورس قائم کی۔ یہ جماعت احمدیہ ہی تھی جس نے ایک پوری بٹالین دی ہے اپنے خرچ پر دشمن سے لڑنے کے لئے۔ بعد میں اس بٹالین کو حکومت نے باقاعدہ تسلیم کر کے اپنایا اور پھر جب باقاعدہ جنگ شروع ہوئی تو اس بٹالین نے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ اس بٹالین میں اس وقت ایسے ایسے نوجوان بھی شامل تھے جو اپنی ماؤں کے اکلوتے بیٹے تھے اور تاریخی طور پر ایسے واقعات محفوظ ہیں کہ جب حضرت مصلح موعود نے آزادی کشمیر کے لئے مسلح جدوجہد کی تحریک فرمائی تو بعض دیہات میں توجہ پیدا نہ ہوئی۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ ایک عام سی تحریک ہے اس میں حصہ لینے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کوئی مذہبی تحریک ہو یا جماعت

کی خدمت کا سوال ہو تو ہم حاضر ہیں لیکن جہاں تک کشمیر کی تحریک کا تعلق ہے تو دوسرے سارے مسلمان موجود ہیں وہ جدوجہد کرتے رہیں گے لیکن حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ کو اس طرف بڑی توجہ تھی جب گاؤں میں سے کسی نے نام پیش نہ کیا تو جو آدمی پیغام لے کر گیا تھا اس نے کہا تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کو اس کی کتنی فکر ہے، میں حضور کا پیغام لے کر آیا ہوں کہ اٹھو اور عالم اسلام کی خاطر قربانیاں پیش کرو۔ اس وقت وہ جو پیغام لے کر گئے تھے کہتے ہیں کہ ایک خاتون کھڑی ہوئیں اور کہا میں تو حیران ہوگئی ہوں، میں تو غیرت سے کٹی جارہی ہوں کہ خلیفہ وقت کا پیغام ہو اور تم لوگ خاموش بیٹھے ہو۔ میرا ایک بیٹا ہے میں اسے پیش کرتی ہوں اور اس دعا کے ساتھ پیش کرتی ہوں کہ خدا اس کو شہید کر دے اور مجھے پھر اس کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہو۔ یہ غیرتیں دکھائی تھیں احمدی ماؤں نے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ نے اس کا اپنی تقریر میں ذکر کیا اور فرمایا کہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔دیکھو جب میرے کانوں میں وہ آواز پہنچی تو خدا کی قسم میرے دل سے یہ آواز اٹھی کہ اے خدا! اگر اس کے بیٹے کی شہادت تو نے مقدر کر دی ہے تو میں التجا کرتا ہوں کہ میرے بیٹے لے لے اور اس ماں کا بیٹا سے واپس کر دے۔

یہ وہ جذبے تھے جماعت احمدیہ کے افراد کے جن کے ساتھ آزادی کشمیر کا جہاد کیا گیا ہے تم لوگ آج آئے ہو اور باتیں کر رہے ہو۔ تمہارے بیٹے اس وقت کہاں تھے، کہاں تھے عطاء اللہ شاہ بخاری کے بیٹے، کہاں تھے مولوی مودودی کے بیٹے اور ان کے لگے بندھے۔ یہ تو جہاد کے میدانوں سے کوسوں دور بیٹھے تھے۔ میدان جہاد میں نکلتے ہوئے ان کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ نے جہاد کا صرف اعلان کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ عملاً اپنے بیٹے محاذ کشمیر پر بھیج دیئے اور انہوں نے محاذ جنگ پر انتہائی تکلیفیں اٹھائیں۔ کوئی پیچشوں کا مریض ہوا، کوئی فاقوں کی وجہ سے نڈھال ہوگیا۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے شدید بیماریوں کے عذر پر بھی ان کو واپس نہیں آنے دیا۔ مجھے یاد ہے بعض بچوں نے انتہائی تکلیف کا اظہار کیا ان کا بہت برا حال تھا، حالات بڑے نامساعد تھے، بعض کو خون کی پیچش لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے لکھا کہ ہمیں واپس آنے کی اجازت دیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ نہیں تم جس حالت میں ہو تم نے وہیں رہنا ہے اور ملک وملت کی خدمت کرنی ہے۔ چنانچہ اس وقت ان حالات میں جماعت احمدیہ کی ان بے لوث خدمات کو دیکھ کر

بعض غیر احمدی خداترس لوگوں نے بھی اس بات کو محسوس کیا ہے اور گواہیاں دی ہیں جو ہمارے پاس موجود ہیں۔ایک صاحب حکیم احمد دین صدر جماعت المشائخ سیالکوٹ نے اپنے رسالہ ’’قائداعظم‘‘ بابت ماہ جنوری ۱۹۴۹ء میں لکھا:

’’اس وقت تمام مسلم جماعتوں میں سے احمدیوں کی قادیانی جماعت نمبر اول پر جارہی ہے۔ وہ قدیم سے منظّم ہے، نماز روزہ وغیرہ امور کی پابند ہے۔ یہاں کے علاوہ ممالک غیر میں بھی اس کے مبلغ احمدیت کی تبلیغ میں کامیاب ہیں۔قیام پاکستان کے لئے مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کے لئے اس کا ہاتھ بہت کام کرتا تھا۔ جہاد کشمیر میں مجاہدین آزاد کشمیر کے دوش بدوش جس قدر احمدی جماعت نے خلوص اور درد دل سے حصہ لیا ہے اور قربانیاں کی ہیں ہمارے خیال میں مسلمانوں کی کسی دوسری جماعت نے بھی ابھی تک ایسی جرأت اور پیش قدمی نہیں کی۔ہم ان تمام امور میں احمدی بزرگوں کے مداح اور مشکور ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ملک وملت اور مذہب کی خدمت کرنے کی مزید توفیق بخشے‘‘۔

اور اس وقت افواج پاکستان کے جو کمانڈر انچیف تھے انہوں نے فرقان فورس کو نہایت ہی شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا اور فرقان بٹالین کے نوجوانوں کو ایک سرٹیفکیٹ جاری کیا جس میں ان کی خدمات کا شاندار الفاظ میں ذکر کیا۔یہ ایک لمبا سرٹیفکیٹ ہے اس میں سے دو اقتباسات میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔انہوں نے لکھا:

’’آپ کی بٹالین زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے رضا کاروں پر مشتمل تھی (جیسا کہ میں نے بتایا ہے سب رضا کار اپنے خرچ پر فوجی خدمات سرانجام دے رہے تھے کوئی تنخواہ دار نہیں تھا) اس میں نوجوان، کسان، طلبہ، استاد اور کاروباری لوگ سب کے سب پاکستان کے جذبہ سے سرشار تھے۔آپ نے رضا کارانہ طور پر بے لوث جان کی قربانی پیش کی کوئی معاوضہ طلب نہ کیا اور نہ ہی کسی شہرت کی تمنا کی۔کشمیر میں ایک اہم محاذ آپ

کے سپرد کیا گیا تھا ہمیں آپ پر جو اعتماد تھا اسے آپ نے بہت جلد پورا کر دکھایا۔ جنگ میں دشمن کی بہت بھاری برّی اور ہوائی طاقت کے مقابل پر آپ نے اپنی زمین کا ایک انچ بھی دیئے بغیر اپنی ذمہ داری کو احسن طور پر نبھایا۔‘‘

یہ ہے آج کی حکومت کے نزدیک پاکستان اور اسلام اور اسلامی ممالک کے غداروں کی کہانی، تم بھی تو پھر ایسے غدار پیدا کر کے دکھاؤ۔

پھر یہ بھی عجیب بات ہے اور بڑی احسان فراموشی ہے اس لحاظ سے کہ فوجی حکومت کو کم سے کم اپنے فوجیوں کا تو لحاظ کرنا چاہئے۔ خصوصاً ان فوجیوں کا جنہوں نے ستارہ قائداعظم اور ہلال جرأت جیسے عظیم اعزاز کئے ہیں اور جن کی داستان شجاعت پاکستان کی تاریخ میں سنہری حروف سے رقم ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ احمدیت کی دشمنی میں ملک وملت کی خاطر بے مثال قربانیاں پیش کرنے والوں کا نام بھی آج ذلیل کیا جارہا ہے اور دو دو کوڑی کے اخباروں میں دو کوڑی کے آدمیوں سے مضامین لکھوائے جارہے ہیں کہ گویا یہ سارے غدار تھے۔ لیکن ان کے متعلق کل تک کیا کہہ رہے تھے، یہ تاریخی حقائق ہیں وہ بھی ذرا سن لو۔

جنرل اختر حسین ملک اور جنرل عبدالعلی ملک اور ہمارے دوسرے جرنیلوں اور فوجیوں کے متعلق رسالوں میں ایسے ایسے بیہودہ مضامین لکھوائے جارہے ہیں کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ مخالفت میں کس قدر پاگل ہو رہے ہیں۔ چنانچہ جنرل (ریٹائرڈ) سرفراز خان ہلال جرأت جو افواج پاکستان میں ایک بڑا مقام رکھتے ہیں اب تو وہ بہت دیر سے ریٹائر ہو چکے ہیں وہ اپنی یادداشتوں کی بناء پر پاکستان اور ہندوستان کی جنگوں پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار ’’جنگ‘‘ لاہور ۶؍ ستمبر ۱۹۸۴ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۶، ۷ میں لکھتے ہیں:

’’جس ہنرمندی سے اختر ملک نے چھمب پر اٹیک کیا اسے شاندار فتح کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دیا جاسکتا۔ وہ اس پوزیشن میں تھے کہ آگے بڑھ کر جوڑیاں پر قبضہ کرلیں کیونکہ چھمب کے بعد دشمن کے قدم اکھڑ چکے تھے اور وہ جوڑیاں خالی کرنے کے لئے فقط پاکستانی فوج کے آگے بڑھنے کے انتظار میں تھے۔ مگر ایسے نہیں ہونے دیا گیا کیونکہ پکی پکائی پر یحییٰ خان کو بٹھانے اور

کامیابی کا سہرا ان کے سر باندھنے کا پلان بن چکا تھا۔ لیکن نقصان کس کا ہوا بھارت کو مکمل شکست دینے کا موقع ہاتھ سے نکل گیا''۔

یہ ہیں احمدی غدار! اور''جنگ''۱۶/ فروری ۱۹۸۳ء نے اپنے ذرائع سے یہ خبر دی ہے اور اس موضوع پر پاکستان کے مختلف اخباروں میں جو کچھ شائع ہوتا رہا ہے یہ سب کچھ پیش کرنے کا وقت نہیں ہے۔ میں مختصراً ان اخباروں وغیرہ کا نام لے دیتا ہوں۔ اخبار''جنگ'' لاہور ۱۰/ ستمبر ۱۹۸۴ء، ماہنامہ ''حکایت'' اپریل ۱۹۷۳ء، رسالہ''الفتح'' ۲۰/ فروری ۱۹۷۶ء اخبار''جنگ'' ۱۲/ اپریل ۱۹۸۳ء، میں یہ واقعات بڑی تفصیل سے درج ہیں۔ اسی طرح'' مکتبہ عالیہ'' ایبک روڈ لاہور کی شائع کردہ کتاب ''وطن کے پاسبان'' میں اسلام کے ان پاکستانی احمدی بہادروں کے شجاعت و جوانمردی کے کارنامے مذکور ہیں جو ایک احمدی کے جذبہ حب الوطنی اور وطن عزیز کی خاطر قربانیوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں لیکن بہرحال''جنگ'' ۱۶/ فروری ۱۹۸۳ء یہ بتا رہا ہے کہ ہندوستان کو جنرل اختر حسین ملک سے ایسا شدید خطرہ تھا کہ وزیراعظم شاستری نے بھارتی فضائیہ کے سربراہ کو خود حکم دیا کہ میجر جنرل اختر حسین ملک کسی صورت میں بھی بچنے نہ پائے۔ یہ تو بہت پرانا اخبار نہیں ہے صرف دو سال پہلے کا اخبار ہے۔

شورش کاشمیری جس نے ساری زندگی جماعت احمدیہ کی مخالفت میں ضائع کی اس کے دل کا حال سنئے۔ جب احمدی لڑتا ہے میدان میں جا کر اسلام کے لئے، یا مسلمانوں کے لئے یا اپنے وطن کے لئے تو اتنا پیارا لگتا ہے اور ایسا نمایاں ہوتا ہے اس میدان میں کہ دشمن بھی اس وقت واہ واہ کرنے پر مجبور ہو جایا کرتے ہیں۔ بعد میں وہ بے شک گالیاں دیتے رہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن جو دل کی آواز ہے، جو صداقت کا کلام ہے وہ تو دل سے بے اختیار نکل آتا ہے۔ تو شورش کاشمیری نے اس وقت جب جنرل اختر ملک کے کارنامے دیکھے تو وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گیا۔

ے دہلی کی سرزمین نے پکارا ہے ساتھیو
اختر ملک کا ہاتھ بٹاتے ہوئے چلو
گنگا کی وادیوں کو بتا دو کہ ہم ہیں کون
جمنا پہ ذوالفقار چلاتے ہوئے چلو

(چٹان لاہور 13/ ستمبر 1965ء)

جب میدان کارزار گرم تھا اس وقت شورش کاشمیری کو اور کوئی جرنیل نظر نہیں آیا جس کا ہاتھ بٹاتے ہوئے چلنے کا کہتا۔ جس کو دہلی کی زمین نے پکارا یہ احمدی ماں کا بیٹا تھا۔ یہ احمدی سپوت تھا جو اس وقت اس معاند احمدیت کو میدان کارزار میں نظر آرہا تھا۔ اختر ملک تو بیچارے فوت ہو چکے ہیں مخالفین کو اتنا بھی احساس نہیں ہے کہ ان کے مزار کو پیٹ رہے ہیں حالانکہ وہ تو پاکستان کا ایک عظیم الشان محبّ وطن جرنیل تھا جس کی قابلیت کا لوہا دنیا مانتی تھی۔ رہے جنرل عبدالعلی ملک تو وہ تو ایک ریٹائرڈ زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن جب وہ اسلامی ملک کی اسلامی حکومت کے ان چیتھڑوں کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہوں گے کہ وہ انہیں پاکستان کے غدار اور اسلامی ممالک کا دشمن قرار دے رہے ہیں تو ان کے دل پر کیا گزرتی ہوگی۔ یہی عبدالعلی ملک ہیں جو کل تک تمہارے ہیرو تھے۔ جب سارے چونڈہ کو خطرہ تھا چونڈہ ہی کو نہیں سارے سیکٹر کو زبردست خطرہ لاحق تھا اور ان کے بالا جرنیل ان کو حکم دے رہے تھے کہ تم کسی صورت دفاع نہیں کر سکتے پیچھے ہٹ جاؤ مگر یہی جنرل عبدالعلی ملک تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ اگر میں پیچھے ہٹ گیا تو پھر پاکستانی افواج کو راولپنڈی تک کوئی پناہ نہیں ملے گی اس لئے اگر مرنا ہے تو ہم یہیں مریں گے ہم ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اس وقت جب اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی تو فوج کے لوگ ہی نہیں بڑے بڑے علماء اور مشائخ بھی بول اٹھے کہ اس کو کہتے ہیں مرد میدان اور یہ ہے جہاد۔ چنانچہ الحاج مولانا عرفان رشدی صاحب داعی مجلس علمائے پاکستان اپنی کتاب ''معرکہ حق و باطل'' کے صفحہ ۳۷ پر لکھتے ہیں:

کر رہا تھا غازیوں کی جب کماں عبدالعلی
تھا صفوں میں مثل طوفان رواں عبدالعلی

کل تک تو عبدالعلی مثل طوفان رواں تھا آج تمہاری رگوں میں جھوٹ مثل طوفان جاری ہو گیا ہے۔ کوئی احساس نہیں ہے، کوئی ندامت نہیں ہے۔ کوئی خیال نہیں ہے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں، کس کے خلاف باتیں بنا رہے ہیں۔

اب مسئلہ فلسطین کا قصہ سن لیجئے اس کے متعلق تو بہت سارا مواد ہے میرا خیال ہے اس خطبہ میں ختم کرنا مشکل ہوگا۔ مگر بنیادی طور پر میں اس مسئلہ کا تعارف کروا دیتا ہوں۔ جماعت احمدیہ کے خلاف غداری کے دو قسم کے الزامات عائد کئے گئے ہیں ایک یہ کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی

وجہ سے مسئلہ فلسطین تباہ ہوا، انہوں نے اس مسئلہ کو سبوتاژ کر دیا اور اگر چوہدری صاحب کی بجائے کوئی اور ہوتا تو پھر وہاں کامیابی ہو سکتی تھی۔ گویا اسلامی مفاد کے ساتھ عمداً اور شرارتاً غداری کی ہے اور دوسرا الزام یہ ہے کہ احمدی تو اسرائیل کے وفادار ہیں۔ چھ سو احمدی اس وقت اسرائیل کی فوج میں ان کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں اور وہ جو چھ سو ہیں وہ گزشتہ دس پندرہ سال سے چھ سو کے چھ سو ہی چلے آرہے ہیں کسی لڑائی میں نہ وہ مرتے ہیں نہ دنیا سے کوچ کرتے ہیں اور نہ وہ کسی ذریعہ سے بڑھتے ہیں بس وہ ویسے کے ویسے چلے آرہے ہیں اور اسی ضمن میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چونکہ وہاں احمدیہ مشن ہے اس لئے احمدی لازماً اسرائیل کے ایجنٹ ہیں۔ یہ ہے خلاصہ احمدیت کے خلاف ان اعتراضات کا جو اسرائیل کا ایجنٹ ہونے کے بارہ میں کئے جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو یہ دیکھنا چاہئے کہ مشن کس کو کہتے ہیں۔ مخالفین احمدیت کو اس بات کا بھی پتہ نہیں کہ مشن کس چیز کا نام ہے۔ انہوں نے ’’جماعت احمدیہ کے تبلیغی مشن‘‘ نامی کتاب میں سے لفظ مشن پڑھا ہے اور اعتراض کرنا شروع کر دیا ہے۔ وہ یا خود دھوکے میں ہیں یا دنیا کو دھوکا دے رہے ہیں کہ گویا جس طرح حکومتوں کے قائم کردہ سیاسی مشن ہوتے ہیں اسی قسم کا کوئی مشن ہے۔ جب کہ عوام الناس بیچاروں کو تو پتہ ہی نہیں لگتا کہ بات کیا ہو رہی ہے سادہ لوحی میں وہ بات سنتے ہیں اور حیرت سے دیکھتے ہیں کہ سارے عالم اسلام نے اسرائیل سے قطع تعلق کر رکھا ہے مگر احمدیوں کا وہاں مشن قائم ہے۔ اس طرح گویا باقاعدہ سفارتی تعلقات ہیں۔ بھئی جن کی حکومت ہی کوئی نہیں ان کے سفارتی تعلقات کیسے ہو سکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے اس مشن سے مراد تبلیغی مشن ہے، مشن سے مراد اسلام کی طرف سے یہودیت کے خلاف حملہ آور مشن ہے۔ یہ ایک ایسا مشن ہے جو بڑی جرأت اور دلیری کے ساتھ باطل کے خلاف ایک جہاد کر رہا ہے اور یہودیوں کو مسلمان بنانے کا کام کر رہا ہے۔ تم کیوں خدا سے یہ دعا نہیں مانگتے کہ تمہیں بھی توفیق ملے کہ ایسے مشن بناؤ۔ پس معترضین کو کوئی علم نہیں، کچھ پتہ نہیں موقع کونسا ہے، کس رنگ میں بات ہو رہی ہے، کیا کہا جا رہا ہے، بس ایک عوامی ہلڑ بازی کا پیشہ ہے جسے اختیار کرنے والوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ بعض اصطلاحیں گھڑی ہوئی ہیں ان کو عوام الناس میں پھیلاتے رہتے ہیں۔ بعض جھوٹ تراش لئے ہیں مسلمان عوام بیچارے بالکل سادگی میں ان پر یقین کر لیتے ہیں اور مجھے ایک بات کی خوشی بھی ہوتی ہے کیونکہ اس

سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ مسلمان عوام میں اسلام کی محبت ضرور ہے اور وہ لوگ ظالم ہیں جنہوں نے اس محبت کا رخ غلط طرف موڑ دیا ہے۔ اگر عوام کو اسلام سے محبت نہ ہوتی تو مولویوں کے اکسانے پر وہ کبھی بھی جماعت احمدیہ کی مخالفت نہ کرتے۔ اس لئے اب ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اسلام سے محبت کرنے والے لوگوں سے رابطہ کریں اور ان کو بتائیں کہ اصل واقعات کیا ہیں۔ خود ان تک پہنچیں اور اس بات کو بھول جائیں کہ علماء کیا کہہ رہے ہیں اور ہم پر کیا کیا مظالم توڑ رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ مسلمان عوام تک براہ راست پہنچنا ضروری ہے کیونکہ جہاں اسلام کی محبت ہے وہاں خدا تعالیٰ نے ضرور بھلائی رکھ دی ہوئی ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اسلام کی محبت رکھنے والوں کو خدا تعالیٰ کبھی ضائع کر دے۔ اس لئے مجھے کامل یقین ہے کہ پاکستان کے مسلمان عوام ہوں یا انڈونیشیا کے، ملائشیا کے ہوں یا عرب میں بسنے والے، افریقی ممالک میں زندگی گزار رہے ہوں یا کہیں اور، اگر ان کو جماعت احمدیہ کے بارہ میں حقائق بتا دیئے جائیں تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ متاثر نہ ہوں۔ وہ لازماً اس کی طرف ہوں گے جس کی طرف اسلام ہوگا، وہ لازماً اس کی طرف ہوں گے جس کی طرف قرآن ہوگا، وہ لازماً اس کی طرف ہوں گے جس کی طرف محمد رسول اللہ ﷺ ہوں گے۔ وہ صداقت کی تائید کریں گے کیونکہ اس وقت وہ اپنی طرف سے محبت اسلام کی وجہ سے آپ کے دشمن ہو رہے ہیں۔ ان کے سامنے آپ کی شکل ایسی پیش کی جارہی ہے کہ گویا آپ اسلام کے دشمن ہیں۔ ان کو یہ کہا جاتا ہے کہ دیکھو! احمدیوں نے اسرائیل میں مشن بنا دیا ہے اور اس سے ان کا اسرائیل کا ایجنٹ ہونا ثابت ہوگیا ہے۔ اول تو یہ بھی کوئی دلیل نہیں، نہایت ہی احمقانہ بات ہے، روس میں پاکستان کا مشن ہے تو کیا پاکستان روس کا ایجنٹ ہے۔ امریکہ میں پاکستان کا مشن ہے اسی طرح انگلستان میں ہے اور دنیا کے کتنے ممالک میں مشن ہیں تو کیا پاکستان ان سب ممالک کا ایجنٹ بنتا چلا جائے گا؟

پس جیسا کہ میں نے بتایا ہے اول تو اسرائیل میں ہمارا وہ مشن ہے ہی نہیں جو ایک ملک دوسرے ملک میں حکومتی سطح پر قائم کرتا ہے لیکن اگر ہوتا بھی، تب بھی ایک نہایت جاہلانہ نتیجہ نکالا جارہا ہے کیونکہ کوئی یہ نہیں بتاتا کہ احمدی اسرائیل میں کیا ظلم کر رہے ہیں اور کیا ایجنٹی کر رہے ہیں۔ آج تک احمدیوں کے خلاف کوئی ایسا الزام ثابت نہیں کر سکتے کہ جماعت نے ایک دمڑی کی امداد بھی کسی

بیرونی طاقت سے لی ہو۔ نہ ہی خدا کے فضل سے جماعت کسی ایسی امداد کی محتاج ہے۔ سوال یہ ہے کہ پھر جماعت کی وہ کیا حرکتیں ہیں اور کیا بے وفائیاں ہیں اور کیا قصے ہیں وہ تو ذرا بتاؤ اور اپنے تاریخ دانوں کے لکھے ہوئے واقعات تو پڑھو کہ جماعت احمدیہ آپ سے کیا بے وفائیاں کرتی رہی ہے۔ تم شدھی کے کارزار کو یاد کرو، کشمیر کی وادیوں کو یاد کرو، اس محاذ کو یاد کرو جہاں ہندوستان اور پاکستان کی لڑائیوں میں ہمیشہ احمدیوں نے پاکستان کی خاطر بڑھ چڑھ کر جانیں دی ہیں۔ کشمیر کے محاذ کو یاد کرو جہاں چھوٹے بچے اور جوان اور بوڑھے اور زمیندار اور طلبہ ہر قسم کے احمدی اپنے خرچ پر اکٹھے ہوئے تھے وطن کی خاطر اپنی جان دینے کے لئے، اس سے کچھ لینے کے لئے نہیں۔ کیا یہ ہیں غداریاں؟ ان سے اسرائیل کو کیا فائدہ پہنچے گا، ایسے لوگوں کی طاقت بڑھانے سے اسرائیل کو کیا ہاتھ آسکتا ہے۔ غدار کون ہیں یہ بات میں آگے چل کر کھولوں گا پھر آپ کو سمجھ آئے گی کہ اصل میں غدار کون ہیں اور وہ کون ہے جو غیروں کی ایجنٹی کر رہا ہے۔ بہرحال یہ عجیب وغریب اعتراض ہے جو دشمن نے ہمارے خلاف اٹھایا ہوا ہے۔

کہتے ہیں احمدیوں نے اسرائیل میں مشن کھولا ہوا ہے اور کسی کی اس بات پر نظر نہیں کہ اسرائیل تو ابھی بنا ہی نہیں تھا جب فلسطین میں خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کی شاخ قائم ہو چکی تھی اور اب تک قائم ہے اور جہاں جہاں جماعتیں قائم ہیں وہاں ہمارا مشن ہے، وہاں ہمارے مبلغین کام کر رہے ہیں اور جماعت کی تربیت کر رہے ہیں۔ پھر یہ بھی تو دیکھیں کہ اسرائیل میں دوسرے مسلمانوں کی مساجد بھی تو ہیں جن میں کئی عالم دین مقرر ہیں اور یہ بھی تو دیکھیں کہ کتنے مسلمان فرقے فلسطین کے اس علاقے میں بستے ہیں جو یہودیوں کے قبضہ میں ہیں اور ہر فرقے کی اپنی مسجدیں ہیں، اپنے امام ہیں اور اسی کا نام مشن ہے۔ تو اگر سارا عالم اسلام ہی ایجنٹ بن گیا تو پھر احمدی بیچاروں کے ایجنٹ بننے سے کیا فرق پڑتا ہے، تاہم فلسطین میں یہودیوں کی حکومت قائم ہونے کے بعد جماعت احمدیہ کا کوئی مشن بھی وہاں قائم نہیں ہوا۔ یہ بالکل جھوٹ ہے کہ کوئی نیا مشن قائم کیا گیا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ سب سے پہلے ۱۹۲۴ء میں جماعت احمدیہ کی طرف سے وہاں مبلغ بھیجے گئے۔ پھر ۱۹۲۸ء میں جماعت احمدیہ کا باقاعدہ تبلیغی مشن قائم ہوا اور اسرائیل کی حکومت تو غالباً ۱۹۴۸ء میں قائم ہوئی ہے۔ پس ۲۴ سال پہلے سے جس ملک میں احمدی خدا کے فضل سے آباد تھے اور ایک فعال

جماعت قائم ہو چکی تھی وہاں مبلغ بھیجنے کا نام مخالفین کے نزدیک اسرائیل کی ایجنٹی ہے۔

ہمارے ایک فلسطینی احمدی دوست ابراہیم صاحب جو کبابیر کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے جب حالیہ واقعات سنے کہ ساری دنیا میں شور پڑا ہوا ہے کہ احمدی اسرائیل کے ایجنٹ ہیں تو انہوں نے کہا فلسطین کے علماء کو تو اس بات کا پتہ ہی نہیں، پاکستان عجیب ملک ہے جو ساری دنیا میں شور مچا رہا ہے لیکن یہ بات عربوں کو نہیں بتا رہا۔ چنانچہ انہوں نے فلسطین کے تمام چوٹی کے مسلمان رہنماؤں سے ملاقات کی اور ان کو بتایا کہ یہ ظلم اور اندھیر ہو رہا ہے، ہمارے متعلق یہ الزام لگ رہا ہے کہ ہم اسرائیلی فوج میں ملازمت کر رہے ہیں اور اسرائیل کے ایجنٹ ہیں۔ چنانچہ ان مسلم زعماء نے تحریریں دیں اور مہریں لگا کر دیں اور کہا کہ ہم اجازت دیتے ہیں بے شک ان کو جہاں مرضی شائع کرو۔ وہ بڑے خدا پرست لوگ ہیں اور حق بات کہنے سے بالکل نہیں گھبرائے۔

ان کے خطوط تو بہت لمبے ہیں میں ان کا خلاصہ پڑھ دیتا ہوں۔ انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ جماعت احمدیہ ایک مسلمان جماعت ہے، ایک خدا کو مانتی ہے، خاص دینی اور اسلامی امور سے تعلق رکھتی ہے۔ سیاست سے اس کا کوئی تعلق نہیں، بہت شریف اور معزز لوگ ہیں معاشرتی اور اخلاقی لحاظ سے کسی سے کم نہیں، سب کو محبت اور پیار کی نظر سے دیکھتے ہیں، دینی تعلیمات کی حفاظت کرتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے افراد خصائل حمیدہ اور اخلاق حسنہ سے مزین ہیں، یہ قابل قدر سچی اور محبّ وطن جماعت ہے اور اسرائیل کی فوجی کارروائیوں اور عسکری مہمات میں حصہ نہیں لیتی، قانون کا احترام کرتی ہے اور دنیوی لہو ولعب سے دور رہتی ہے۔

یہ ہیں اسرائیل کے مقبوضہ فلسطین میں بسنے والے مسلمان مشاہیر کے سرٹیفکیٹ اور ان پر عکا اور حیفہ کے شرعی قاضی محمد عبدالعزیز ابراہیم، نمیر حسین میئر آف شفا، عامر حمیر درویش چیئر مین لوکل کونسل، محمد وتد ممبر پارلیمنٹ، محمد خالد مسارو ایڈووکیٹ، فتح تورانی سیکرٹری مسلم انویٹیشن کمیٹی، محمود مصالح ہیڈ ماسٹر ہائی سکول، سامی مرعی یونیورسٹی آف حیفہ کے لیکچرار کے دستخط ہیں۔

ہمارے دوست ابراہیم صاحب نے بڑی حکمت سے ہر طبقہ زندگی کے حوالے اکٹھے کر دیئے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک دفعہ میں نے بھی ایک کتاب کا جواب دیتے ہوئے جس کا عنوان تھا،

’’ربوہ سے تل ابیب تک‘‘ مخالفین سے کہا تھا کہ تم علماء ہو خدا کا خوف کرو۔ تم کہتے ہو چھ سو احمدی اسرائیل کی فوج میں ملازم ہیں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تمہیں یہود کے کس ایجنٹ نے یہ خبر دی ہے؟ تمہیں اس بات کا پتہ کہاں سے لگا ہے اور ان میں سے کسی ایک کا نام بتا دو۔ میں نے کہا چھ سو کا نہ سہی ساٹھ کا، ساٹھ کا نہیں تو چھ کا نام بتا دو چھ کا نہیں بتا سکتے تو ایک احمدی کا نام بتا دو جو پاکستان یا بیرون پاکستان کسی ملک کا احمدی ہو جس نے اسرائیل میں فوجی ملازمت کی ہے لیکن آج تک کوئی ایک نام بھی پیش نہیں کر سکے، ہے ہی کوئی نہیں اور فرضی نام بتا نہیں سکتے کیونکہ بتائیں تو محلے کا نام اور پتہ بتانا پڑے گا، جگہ بتانی پڑے گی۔ اس کے مطابق ہر آدمی دیکھ سکتا ہے کہ اس نام کا کوئی آدمی ہے یا نہیں۔ یہ کوئی ریفرنڈم تو نہیں کہ فرضی نام بنا لو گے اور نہ صرف یہ بلکہ فوت شدہ لوگوں کے بھی ووٹ ڈلوا دو گے۔ اگر اسرائیل کی فوج میں احمدی ملازم ہیں تو دکھانے پڑیں گے کہ وہ کون کون سے احمدی ہیں۔

جہاں تک اسلام اور فلسطین کے مسلمانوں کے مفاد کے ساتھ جماعت احمدیہ کی وفاداری کا تعلق ہے یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں اور نہ یہ آج کی بات ہے۔ تمہیں تو ہوش ہی نہیں تھا اور فلسطین کے نام کا بھی کچھ زیادہ علم نہ تھا جب جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے فلسطین کے اسلامی مفادات کے ساتھ ایک گہرا تعلق رکھتی تھی۔ جماعت احمدیہ کے خلفاء مسلمانان فلسطین کو ہر خطرہ کے وقت متنبہ کرتے تھے اور ان کو آگاہ رکھتے تھے اور ان کی ہر ممکن خدمت کے لئے جماعت احمدیہ کو پیش کیا کرتے تھے اور یہ تو پارٹیشن سے پہلے کے قصے چلے آ رہے ہیں یہاں تک کہ تمہارے احراری اخباروں نے بھی ان باتوں کو تسلیم کیا ہوا ہے۔ وہ اپنے مونہوں سے کہہ گئے ہیں اور اپنے قلم سے یہ بات لکھ گئے ہیں کہ:

’’اہل اسلام اور عالم اسلام کے ساتھ جو محبت قادیان کے مرزا محمود احمد صاحب نے دکھائی ہے اس کی مثال بہت کم ملتی ہے‘‘۔

جو اخبار جماعت احمدیہ کی مخالفت کے لئے وقف ہوں ان کی طرف سے اتنی نفرتوں کے باوجود جب حق کی آواز نکلتی ہے تب مزہ آتا ہے بات کا۔ اس کو ثبوت کہتے ہیں۔ چنانچہ اس کا ایک حوالہ میں پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔

مجلس احرار کا ایک اخبار ’’زمزم‘‘ ہوا کرتا تھا جو جماعت کی مخالفت کے لئے وقف تھا

بایں ہمہ تقسیم ملک سے پہلے جب مصر کے بعض مفادات کو خطرہ لاحق ہوا تو حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ نے اس کے متعلق جو جدو جہد فرمائی اس سے متاثر ہو کر یہ احراری اخبار اپنی ۱۹؍ جولائی ۱۹۴۲ء کی اشاعت میں رقم طراز ہے۔

”موجودہ حالات میں خلیفہ صاحب نے مصر اور حجاز مقدس کے لئے اسلامی غیرت کا جو ثبوت دیا ہے وہ یقیناً قابل قدر ہے اور انہوں نے اس غیرت کا اظہار کر کے مسلمانوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کی“۔

اب دیکھئے مسلمانوں کا ترجمان بھی ان کو ملا کرتا تھا تو احمدی ملا کرتا تھا۔ احمدیوں کے سربراہ کو بہترین ترجمان سمجھا کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کی خدمت کے لئے ہر کوشش میں جماعت ہمیشہ پہل کرتی تھی مگر آج تمہیں کیا ہو گیا ہے کیا تمہارے اندر خدا کا کوئی خوف باقی نہیں رہا۔ جو باتیں تم کل تک کہہ رہے تھے آج ان سب کو بھلا کر ان کے برعکس راگ الاپ رہے ہو۔

اب میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں آئندہ خطبہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اس مضمون سے متعلق بقیہ حوالہ جات پڑھ کر سناؤں گا اور یہ بتاؤں گا کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا کیا کردار ہے اور دنیا نے اس کردار کو دیکھ کر چوہدری صاحب کو کس طرح داد دی ہے اور آپ کے ایمان، اخلاص اور اسلام سے محبت کو شاندار الفاظ میں بیان کیا ہے اور جماعت احمدیہ کے امام نے جو خلیفۃ المسیح الثانیؓ تھے انہوں نے اس موقع پر کیا کارروائی کی۔ یہ سارے واقعات بڑے دلچسپ ہیں اور تاریخ کے ایسے باب پر مشتمل ہیں جس کا جماعت احمدیہ کو علم ہونا چاہئے۔

اس سلسلہ خطبات کے متعلق دوستوں کی طرف سے جو خطوط موصول ہو رہے ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ بعض احمدی بھی ان حقائق سے ناواقف تھے اور بعض نوجوانوں نے خصوصاً جرمنی میں بسنے والے احمدیوں نے مجھے لکھا ہے کہ پہلے تو ہم جواب دیتے وقت ذرا دب جایا کرتے تھے کیونکہ ہمیں خود پتہ نہیں تھا کہ ان باتوں کا جواب کیا ہے لیکن اب ہم بڑے دھڑلے سے بات کرتے ہیں اور اس سے مخالفین سلسلہ میں ایک کھلبلی مچ گئی ہے۔ بعض جگہ سے بتانے والے یہ بتاتے ہیں کہ اب ان کی آپس میں لڑائیاں شروع ہو گئی ہیں۔ وہ کہتے ہیں دیکھو تم جھوٹے نکلے اور احمدی سچے نکلے ہیں۔ پس حق جب بولتا ہے تو اس کی آواز لازماً اثر کرتی ہے لیکن حق کے ہتھیار ضرور اپنے پاس ہونے

چاہئیں۔ ہر احمدی کو حقائق کا پورا پورا علم ہونا چاہئے۔ اس لئے آئندہ خطبات میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ بقیہ امور پر روشنی ڈالوں گا اور ہر بات کو دشمنان احمدیت کی خود اپنی زبان اور اپنے قلم سے نکلے ہوئے حوالہ جات کی روشنی میں ثابت کر کے دکھاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔